بیسویں صدی کے اردو اخبارات کا منظرنامہ

ڈاکٹر رئیسہ پروین

شعبۂ اردو، ستیہ وتی کالج، اشوک وہار، دہلی، موبائل:7982603115

بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں دو اہم واقعات ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال اور ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام۔ قومی سطح پر یہ وہ دور تھا جب کانگریس ایک اصلاح پسند پارٹی بن کر ابھر رہی تھی اور سبھی فرقوں اور طبقوں کی نمائندگی کرنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف سرسید اور مسلم زمینداروں و متوسط طبقے کے نمائندے مسلمانوں کے اقتصادی و سیاسی مفادات کے تحفظ پر مصر تھے۔ سریندر ناتھ بنرجی، تلک، اربند وگھوش، پپن چندر پال، اینی بسنت اور لالہ لاجپت رائے وغیرہ ایک طرف صحافت سے وابستہ تھے تو دوسری طرف ہندو سماج میں اصلاح کے لیے بھی عمل پیرا تھے۔ پونہ سے نکلنے والے اخبار کیسری، لاہور کا 'وندے ماترم' اور مدراس کا 'ہندو' وغیرہ ایک طرف سماجی اصلاح کی مہم چلا رہے تھے تو دوسری طرف برٹش حکومت کے ناجائز قانونوں اور فیصلوں کی بھی تنقید کر رہے تھے۔ بنگال کی تقسیم کے خلاف سرکاری املاک اور افسران پر تشدد آمیز حملے شروع ہوئے اور اسی کے ساتھ ساتھ 'سودیشی' کی تحریک بھی وجود میں آئی۔ جس نے ہندوستانی سیاست کو ریڈیکل بنا دیا۔

اس انقلابی صورتحال سے خوفزدہ ہو کر حکومت نے ۱۹۰۸ء میں (The Newspaper Act Incitement to offence) پاس کیا، جس کے تحت تلک کو حکومت مخالف صحافت کے لیے چھ ماہ کالے پانی کی سزا دی گئی اور ساتھ ہی پریس ضبط کئے گئے۔ ۱۹۱۰ء میں مزید سخت، پریس ایکٹ، تشکیل دیا گیا جس کے تحت ہر پریس کے لیے 'پریس اینڈ رجسٹریشن آف بکس ایکٹ ۱۸۶۷ء کے مطابق ڈیکلریشن بھرنا لازم کر دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں مجسٹریٹ کو ۵۰۰ سے ۲۰۰۰ روپے تک بطور ضمانت جمع کرانا بھی لازم قرار پایا۔ یہ رقم قابلِ ضبطی تھی حکومت دوبارہ رقم ضمانت طلب کرنے اور پریس کا ساز و سامان اور مطبوعہ مواد بھی ضبط کرنے کی مجاز تھی۔ افسران کو وارنٹ گرفتاری جاری کرنے اور عدالت کے حکم کے بغیر کارروائی کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔ اس غیر منصفانہ قانون کے خلاف اینی بسنت، فیروز شاہ مہتا، ہندو (مدراس) اور گاندھی جی وغیرہ نے تحریری اور عملی مخالف کی۔ ظفرعلی خاں نے انگلستان جا کر اس ایکٹ کے خلاف مہم چلائی۔ پریس ایسوسی ایشن آف انڈیا کی ایک درخواست کے مطابق ۱۹۱۷ء تک ۱۲۲ اخبارات سے ضمانت طلب کی گئی۔ جن میں سے ۱۸ بند ہو گئے تھے۔ ۱۹۱۷-۱۹ء کے دوران ۱۹۶۳ اخباروں اور چھاپہ خانوں کے خلاف کارروائی کی گئی۔ اسی ایکٹ کی بنا پر ۱۷۳ چھاپہ خانے اور ۱۲۹ اخبارات زرِ ضمانت ادا نہ کر سکنے کی بنا پر شروع ہی نہیں ہوئے۔ پانچ سو مطبوعہ مواد ضبط کئے گئے اور ۱۹۱۰-۱۱ء کے سال میں حکومت نے پانچ لاکھ روپے اسی قانون کی بدولت کمائے۔ (۱)

صحافیوں اور رہنماؤں کی مخالفت کے نتیجتاً بالآخر ۱۹۲۲ء میں ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۰ء کے دونوں پریس مخالفت ایکٹ منسوخ کئے گئے۔

پیسہ اخبار ۱۹۶۳ء 'اودھ اخبار' 'صلحِ کل' 'وطن' 'ہندوستان' 'دیپک' 'دیش' اور 'ہمالہ' وغیرہ بیسویں صدی کے ابتدائی دور کے اردو اخبارات تھے۔ ان میں سے چار کے مدیر لاہور کے لالہ دینا ناتھ تھے۔ محمد دین فوق کا 'کشمیری میگزین' پہلے ماہانہ اور پھر ہفتہ وار شائع ہوتا تھا۔ حسرت موہانی کے ماہنامے 'اردوئے معلیٰ' میں علم و ادب کے علاوہ قوم پرستانہ سیاسی مواد بھی چھپتا تھا۔ مولانا وحید الدین سلیم کا اخبار مسلم گزٹ، لکھنؤ سے شائع ہوتا تھا۔ حیدرآباد دکن سے صحیفہ، چالیس سال تک جاری رہا۔

۱۹۱۲ء میں کانگریس نواز اخبار 'مدینہ' (بجنور) کا اجرا ہوا۔ اس کے مدیر حامد انصاری تھے۔ الہ آباد کا 'اردو سوراج' بھی نیشنلسٹ اخبار تھا جبکہ 'اتحاد' (پٹنہ) مسلم لیگ نواز اخبار تھا۔

پنجاب کے زمینداروں اور کسانوں کے مسائل کو منظر عام پر لانے کے لیے مولانا سراج الدین احمد نے ۱۹۰۳ء میں ہفت روزہ 'زمیندار' جاری کیا۔ مولانا تمام اخبار خود ہی لکھتے تھے۔ شہری علاقوں میں کاشتکاروں پر لگائی گئی پابندی کے خلاف 'ہاڑا' پگڑی سنبھال جٹا پگڑی سنبھال اوئے

(1) Ramgaswami-Parthasarthy: Tournalism In India, N. Delhi, 1991, P.:100

'زمیندار' ہی میں شائع ہوکر مقبول ہوا تھا۔ حکومت کو یہ قانون واپس لینا پڑا۔ مولانا کی وفات کے بعد ۱۹۰۹ء میں ان کے علی گڑھ تعلیم یافتہ بیٹے ظفرعلی خاں نے لاہور سے 'زمیندار' جاری رکھا۔ ظفرعلی کانگریسی سیاست اورخلافت ترکی کے حامی تھے اورعالم اسلام کی خبریں اہتمام سے شائع کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں میں نیاز فتح پوری، عبداللہ عمادی اور وحیدالدین سلیم وغیرہ شامل تھے۔ 'زمیندار' اردو کا اولین اخبار تھا جس نے Renter اور ایسوسی ایڈ پریس آف انڈیا سے خبریں حاصل کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ علامہ اقبال 'زمیندار' کے اسلامی رنگ کے مداح تھے۔ کچھ مقامات پر ایک آنہ قیمت کا 'زمیندار' آٹھ آنے میں بلیک ہوتا تھا۔ اس کی روزانہ اشاعت تیس ہزار تھی اور Evening شام کا ایڈیشن بھی شائع ہوتا تھا۔ لہٰذا پرجوش حکومت مخالف پالیسی کی بنا پر ۱۹۱۲ء میں 'زمیندار' سے ایک ایک ہزار روپے کی دو ضمانتیں طلب کی گئیں۔ ۱۹۱۳ء میں حکومت نے دوہزار کی ضمانت ضبط کر کے مزید دس ہزار کی ضمانت لی۔ ۱۹۱۴ء میں یہ رقم بھی ضبط ہوئی۔ مولانا کو سول نافرمانی تحریک میں تین سال کی سزا ملی۔ جب مولانا پریس ایکٹ ۱۹۱۰ء کے خلاف مہم کے تحت لندن گئے اور واپسی پر ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا۔

چار چیز است تحفۂ لندن۔ خمر خنزیر و روزنامہ وزن

اس دفعہ پریس ضبط ہوا اور مزید دس ہزار زرِ ضمانت طلب کی گئی اور ہر دفعہ قوم کے پرجوش قارئین نے چندے جمع کر کے ضمانتیں ادا کیں۔ ظفرعلی خاں ماہر ترجمہ نگار بھی تھے، اسی لیے انگریزی مضامین کے بہترین تراجم اور تازہ خبریں 'زمیندار' میں شائع ہوتی تھیں۔ انھوں نے ہی پہلی بار دو کالمی اور جلی سرخیاں لگانی شروع کیں۔ جذباتی انداز کی قدم پرستانہ نظمیں بھی ظفرعلی خاں خوب کہتے اور چھاپتے تھے۔ ان سب عوامل نے زمیندار کو تقسیم سے قبل کا سب سے بڑا اور بے باک اردو اخبار بنا دیا تھا۔ بعد میں اس کے کئی مدیر جیل گئے اور کئی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک بھی 'زمیندار' کی ادارت سے وابستہ رہے۔

آکسفورڈ سے تعلیم یافتہ مقرر سیاست داں اور صحافی محمد علی جوہر نے ۱۹۱۰ء میں کلکتہ سے 'کامریڈ' (انگریزی) جاری کیا اور ۱۹۱۲ء میں دہلی میں چھاپہ خانہ قائم کیا جس کے لیے بیروت سے عربی (اردو کے لیے نسخ) ٹائپ درآمد کیا۔ اس وقت کے زیادہ تر اخبار نستعلیق (فارسی رسم الخط) میں شائع ہوتے تھے۔ سرسید اپنے رسائل نسخ میں طبع کراتے تھے۔ مولانا آزاد کا 'البلاغ' بھی نسخ ٹائپ میں طبع ہوتا تھا۔ مولانا محمد علی کا روزنامہ 'ہمدرد' ۱۴۔۱۹۱۲ء میں نسخ خط میں چھپتا رہا، لیکن قارئین کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے 'ہمدرد' کو خط نستعلیق میں تبدیل کرنا پڑا۔ ۱۹۱۵ء میں 'ہمدرد' کی اشاعت دس ہزار تک پہنچ گئی تھی کہ اسی دوران مولانا محمد علی اور شوکت علی گرفتار ہو گئے اور اخبار پر سنسر بٹھا دیا گیا۔ محمد علی کا انگریزی ہفت روزہ، کامریڈ، ۱۹۱۴ء میں ضبطی کی بنا پر دم توڑ چکا تھا۔ 'ہمدرد' ابتدا میں نیشنلسٹ اخبار تھا، لیکن نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ء کی اشاعت کے بعد مسلم حقوق کا علمبردار ہو گیا تھا۔ 'زمیندار' کی جذباتی صحافت کے برعکس 'ہمدرد' کا طریق کار مدلل اور متعیّن تھا۔ مولانا محمد علی نے 'رائٹر' اور ایسوسی ایٹڈ پریس کی خدمات حاصل کیں اور نامہ نگار بھی مقرر کیے۔ 'ہمدرد' میں قاضی عبدالغفار 'جالب دہلوی، عبدالحلیم شرر اور سید ہاشمی فرید آبادی جیسے ادیب ملازم تھے اور صبح شام، ایڈیٹوریل کانفرنس کی طرز کے مشوروں کے بعد مواد منتخب کیا جاتا تھا اور صبح و شام ایڈیٹوریل کانفرنس کی طرز کے مشوروں کے بعد مواد منتخب کیا جاتا تھا۔

محمد علی نے پریس ایکٹ کے خلاف لکھا۔ 'زمیندار' کے لیے چندے جمع کیے اور خود بھی ضمانتیں اور پریس ضبط کراتے رہے۔ ترک موالات میں جیل کاٹنے کے بعد مولانا نے ۲۸۔۱۹۲۴ء میں 'ہمدرد' اور 'کامریڈ' دوبارہ جاری کیے، لیکن سیاسی مصروفیات کی بنا پر اخبارات پھر بند ہو گئے۔ مولانا کے یوروپ جانے پر عبدالماجد دریابادی نے ایک سال تک 'ہمدرد' کو خسارے میں چلایا۔ محمد علی طویل مضامین تحریر کرنے کے عادی تھے۔ معیاری اشتہارات بھی چھاپتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۲۶ء میں گاندھی جی کی سوانح بالاقساط شائع کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے آٹھ ماہ تک ایک گلدستہ 'نیرنگ عالم' شائع کیا جس میں مختلف قسم کے مضامین، قسط وار ناول اور غزلیں شائع ہوتی تھیں۔ ۱۹۰۰ء میں چار ماہ کے لیے 'المصباح' کی ادارت کی۔ مولانا 'مخزن' میں بھی لکھتے تھے۔ وہ کلکتہ کے ہی ہفت روزہ 'احسن الاخبار' کے تقریباً مدیر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ محرم کی رسوم کے بارے میں ایک انقلابی قسم کا مضمون لکھنے پر شیعہ فرقے کی مخالفت مول لی اور 'احسن الاخبار' بند کرنا پڑا۔ اس کے بعد 'تحفۂ محمدیہ' (کلکتہ) اور 'خدنگِ نظر' سے بھی وابستہ رہے۔ پندرہ روزہ 'لسان الصدق' کلکتہ، ممبئی اور آگرہ کے دوران قیام شائع کرتے رہے اور جب مولانا شبلی کی نظامت میں انجمن ترقی اردو قائم ہوئی تو لسان الصدق، انجمن کا ترجمان بن گیا۔ اسی دوران شبلی کی سرپرستی میں 'الندوہ' (لکھنؤ) کی ادارت کی۔ ایک سال امرتسر کے سہ روزہ اخبار 'وکیل' کے مدیر بھی رہے۔ چند ماہ کلکتہ کے اخبار

'دارالسلطنت' کی ادارت بھی سرانجام دی۔

مولانا آزاد ابتداً سرسید سے ذہنی مطابقت رکھتے تھے، لیکن قوم پرستانہ تبدیلی فکر کی بنا پر ۱۹۱۳ء میں 'الہلال' جاری کیا۔ بقول ان کے 'ایک زود نویس کاتب' کے لیے چار پتھر اور ایک کاٹھ کا دستی پریس، یہ تین ضروری اجزا ہیں جن کے جمع کر لینے کے بعد اردو اخبار کا دفتر مکمل ہو جاتا ہے، لیکن مولانا ایک دیدہ زیب اور معیاری جریدہ جاری کرنا چاہتے تھے، کمتر پر مفاہمت کرنا ان کے مزاج میں شامل نہیں تھا۔ چنانچہ جولائی ۱۹۱۲ء میں ہفت روزہ 'الہلال' منظر عام پر آیا جو نسخ ٹائپ پر مرتب ہوتا تھا اور بیس صفحات پر مشتمل تھا۔ زیادہ تر عالم اسلام کی اور کچھ یوروپ کی خبریں ہوتی تھیں اس کے ہندوستان کی خبروں کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔ سرسید و مسلم لیگ دونوں کے نظریات کے خلاف لکھتے تھے۔ تقسیم بنگال کی تنسیخ کی ان کے نزدیک صرف اتنی اہمیت تھی کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ انگریز، ان کے خیر خواہ نہیں ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی کو وہ حکومت کے اثر سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ عالم اسلام کی سیاست کے بارے میں مولانا آزاد اعتدال اور روشن خیالی کے حامی تھے وہ تحریک خلافت کے طرفدار نہیں تھے۔

اس زمانے میں 'الہلال' کی اشاعت گیارہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ لیگ حلقہ کے لوگ اس اخبار کے مخالف تھے البتہ یوپی کے بہت سے شہروں میں 'الہلال' کے مطالعاتی حلقے بنائے گئے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ایودھیا میں فرقہ وارانہ فساد ہوا تو مولانا نے مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ ذبیحہ گاؤ پر ان کا اصرار فرقہ وارانہ امن کے لیے مخدوش ہے۔ ۱۹۱۴ء میں دو ہزار روپے کی ضمانت حکومت نے ضبط کر لی اور مزید دس ہزار کا مطالبہ کیا تو مولانا نے اخبار بند ہی کر دیا۔ ویسے بھی جنگ عظیم ۱۹۔۱۹۱۴ء کے دوران پریس پر سخت پابندیاں عائد ہو گئی تھیں۔ تاہم مولانا نے اسی سال مذہبی ہفت روزہ (کبھی پندرہ روزہ) 'البلاغ' جاری کیا جو ان کو کلکتہ بدر کئے جانے پر ۱۹۱۶ء میں بند کرنا پڑا۔ ان اخبارات کے مضمون نگاروں میں اقبال، حسرت موہانی، اور سلیمان ندوی وغیرہ شامل تھے۔ 'البلاغ' اسلام کو جدید تقاضوں کی روشنی میں ڈھالنے کی دعوت دیتا تھا اور سیاست سے پرہیز کرتا تھا۔ کبھی کبھی مولانا 'افکار و حوادث' کے عنوان سے نیم مزاحیہ کالم بھی لکھا کرتے تھے۔ اپنی صحافت کے مقاصد کے بارے میں مولانا تحریر کرتے ہیں:

''بلاشبہ میں نے پریس کھولا اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا، لیکن یہ صرف اس لیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ کے مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں لغت چھاپ کر تقسیم کیا کرتا۔ پس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے نہ کہ تجارت۔''(۱)

مولانا آزاد کی نثر بلند آہنگ، لہجہ خطیبانہ اور زبان معرّب و مفرّس ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے اخبارات غیر اردو علاقوں میں زیادہ فروغ نہ پا سکے۔ پھر مولانا کی انانیت کی شدید لے بھی ان کو عام لوگوں سے دور رکھتی تھی۔

جب 'الہلال' کے لیے ایک ہمدرد رئیس نے کچھ رقم پیش کی تو مولانا کی انا کو کچھ زیادہ ہی ٹھیس پہنچی۔ اس ضمن میں انھوں نے تحریر کیا:

''ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لیے نہیں بلکہ تلاش زیاں ونقصان میں آئے ہیں۔ صلہ و تحسین کے نہیں، بلکہ نفرت و دشنام کے طلبگار ہیں۔ عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈتے ہیں.... ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی اور رقم لینا جائز رکھتا ہو وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن کے لیے ایک دھبّہ اور سراسر عار ہے.... جو اخبار نویس رئیسوں کی ضیافتوں اور امیروں کے عطیوں کو قومی امانت، قومی عطیہ اور اسی طرح کے فرضی ناموں سے قبول کرتے ہیں وہ بہ نسبت اس کے کہ اپنے ضمیر اور ایمان کو بیچیں، بہتر ہے کہ دریوزہ گری کی جھولی گلے میں ڈال کر اور قلندروں کی کشتی کی جگہ قلم دان لے کر رئیسوں کی ڈیوڑھیوں پر گشت لگائیں اور ہر گلی کوچہ 'کام ایڈیٹر کا' کی صدا لگا کر خود اپنے تئیں فروخت کرتے رہیں۔''(۲)

جن دنوں 'الہلال' جاری ہوا، لاہور کے 'زمیندار' اور 'پیسہ اخبار' کے درمیان تجارتی مخاصمت چل رہی تھی۔ کیونکہ 'زمیندار' نے 'پیسہ اخبار' اور 'وطن' دونوں کی اشاعت کو چوٹ پہنچائی تھی۔ دونوں اخبارات ایک دوسرے کے خلاف اکثر پست زبان میں لکھتے تھے۔ مولانا آزاد نے اسی مقابلہ آرائی کو اخلاقی تنزل اور 'پنجاب کے پہلوانوں کے دنگل' سے تعبیر کیا تھا۔ وہ تصور پاکستان اور لیگ دوقومی نظریے سے نالاں تھے اور اکثر مسلمانوں کو 'بدبخت قوم' قرار دیتے تھے، جو سیاسی جذباتیت کی شکار تھی۔ لکھتے ہیں:

(۱) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: کاروانِ صحافت: کراچی ۱۹۶۴ء، ص: ۱۵۰

(۲) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: کاروانِ صحافت: کراچی ۱۹۶۴ء، ص: ۲۰۹

''اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لیے بھی شرف وعظمت کا ایک باب ہوگا تو تم خاموش رہو اور مجھ سے کہو کہ میں اسے پڑھ دوں....شاید ہی دنیا میں کسی قوم نے پالیٹکس کی ایسی صریح تذلیل وتوہین کی ہوگی جیسی چھ سال میں تم نے کی۔ تم نے اے چاندی اور سونے کو پوجنے والو! تم نے کی۔ تمہارا وجود یکسر سیاست کی تحقیر اور تمہارے اعمال اس کی معزز پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکا ہیں....اگر مسلمانوں کی آنکھوں کو لیڈروں کے عمل السحر نے بند نہ کردیا ہوتا تو وہ اس منظر کو دیکھتے اور خون کے آنسو روتے۔ وہ دیکھتے کہ یہ کیا بدبختی ہے کہ ملک کی ترقی وفلاح کا مسئلہ ہی سرے سے ہندو مسلم مسئلہ ہوگیا ہے اور مسلمانوں کو من حیث القوم اسی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔''(۱)

'الہلال' نے اردو میں پہلی بار ہاف ٹون تکنیک سے واضح تصاویر شائع کیں اور نسخ ٹائپ کو اپنایا۔ اخبار کا سالانہ چندہ بارہ روپے تھا اور کچھ اشتہارات بھی شائع ہوتے تھے۔

۱۹۲۱ء میں مولانا آزاد نے 'پیغام' (کلکتہ) جاری کیا جس کی ادارت عبدالرزاق ملیح آبادی کرتے تھے اور مولانا اس میں کبھی کبھی مضمون لکھتے تھے۔ یہ اخبار دس ہزار تک چھپنے لگا تھا اور اکثر بلیک سے فروخت ہوتا تھا۔ برٹش مخالف ہونے کی بنا پر ملیح آبادی گرفتار ہوئے تو 'پیغام' بند ہوگیا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا آزاد اور عبدالرزاق ملیح آبادی نے 'الہلال' از سرنو جاری کیا جو کچھ ٹائپ اور لیتھو پر چھپتا تھا۔ اسی دفعہ 'الہلال' چھ ماہ تک زندہ رہا۔ ملیح آبادی اشترا کی تھے وہ مصر وترکی میں صحافت کی تربیت لے چکے تھے۔ انھوں نے 'ہند' اخبار جاری کیا جس میں وہ کانگریس کی حمایت اور سوویت یونین کی مدح سرائی کرتے تھے۔ آزادی کے بعد بھی ان کے بیٹے احمد سعید ملیح آبادی کے اخبار 'آزاد ہند' مستقل نکالتے رہے۔

ممبئی سے خلافت کمیٹی کا ترجمان اخبار خلافت، رئیس احمد جعفری کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ جو بعد میں لیگ کا ہمنوا ہوگیا تھا۔ اسی زمانے میں کلکتہ سے مسلم لیگ نواز اخبار 'عصر جدید' شائق عثمانی نے شائع کیا۔ لکھنؤ سے نظریہ پاکستان کا علمبردار اخبار 'ہمدم' منظر عام پر آیا جس کی ادارت جالب دہلوی کرتے تھے اور مجلس احرار کے اخبار 'احرار' کی ادارت مولانا چراغ حسن حسرت کرتے تھے۔ 'احرار' کی ضمانت ضبط ہونے پر مجلس نے 'مجاہد' جاری کیا ان کا بھی وہی حشر ہوا۔ اسی دوران لاہور سے تین کانگریس نواز اخبارات 'نیشنل کانگریس'، 'زمزم' اور 'پاسبان' شائع ہوتے تھے جو زیادہ عرصہ نہ چل سکے کشمیر حکومت کا اخبار 'رنبیر' ۱۹۲۴ء میں جاری ہوا اور ایک سال تک شائع ہوتا رہا۔

۱۹۲۷ء میں 'زمیندار' معاشی بحران کی بنا پر بند ہوا تو غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک نے اپریل میں لاہور سے 'انقلاب' جاری کیا۔ جس کے سرپرستوں میں علامہ اقبال بھی شامل تھے، وہ کشمیر میں ڈوگرہ مظالم کے خلاف تحریک چلا رہے تھے۔ 'انقلاب' ۱۹۴۹ء تک جاری رہا اور مسلم حلقوں میں کافی مقبول ہوا۔ 'انقلاب' سوویت لیڈروں کی مدح سرائی میں بھی پیش پیش تھا۔ اس کے سالنامے اور خصوصی شمارے بھی شائع ہوتے تھے۔ دونوں مدیروں میں ہم آہنگی اس قدر تھی کہ ان کے بارے میں مشہور ہوگیا تھا:

مہر و سالک دو ایڈیٹر انقلاب اخبار ایک

'انقلاب' کانگریس کا حامی اخبار تھا۔ جو صوبہ سرحد میں خان عبدالغفار خاں اور کشمیر میں شیخ عبداللہ کی تحریک کی حمایت کرتا تھا۔ 'انقلاب' کی کئی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ ۱۹۲۷ء میں کئی شہروں میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے اور ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ شائع ہوئی۔ اس کے بعد 'انقلاب' علیٰحدہ مسلم سیاست اور وطنیت کا پرجوش نقیب بن گیا۔ اس کے اداریے معیاری ہوتے تھے اور اس کا مزاحیہ کالم 'افکار وحوادث' کافی مقبول تھا۔

قوم پرستانہ صحافت:

ہندوستان میں قوم پرستانہ صحافت میں 'امرت بازار پتریکا' 'ہندو' 'بنگالی' 'الہلال' 'اردوئے معلّیٰ' 'مدینہ' 'بندے ماترم' 'پرتاپ' 'الجمعیۃ' 'ہند' 'صدقِ جدید' اور 'قومی آواز' وغیرہ اہم اخبارات تھے جو عام طور پر روشن خیال، ہندو مسلم اتحاد کے حامی اور دوقومی نظریۂ سیاست کے خلاف تھے۔ لاہور کے اہم اخبارات 'زمیندار' اور انقلاب اور مولانا محمد علی کا 'ہمدرد' اور خلافت کمیٹی کا اخبار 'خلافت' ابتداً متحدہ تصور قومیت کی حمایت کرتا تھا، لیکن نہرو رپورٹ کی اشاعت کے بعد دوقومی نظریوں کا مبلغ بن گیا۔ صحافت کے اس پورے منظرنامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کی تاریخ کو رقم کرنے میں صحافت نے ایک فعال کردار ادا کیا ہے۔

◆◆◆

◆◆◆

(۲) ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: کاروانِ صحافت: کراچی ۱۹۶۴ء ص ۲۱۲